ثانوی نوعیت کی چیز قرار دیا تھا۔

بلاشبہ فکر اقبال کی تفہیم میں خطبات کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے مگر اس کوشش میں' اقبال کے باقی شعری و نثری متن کو نظرانداز کرنا پرلے درجے کی بے انصافی ہو گی۔ یہ اصرار قطعی بے جواز ہے کہ اقبال کو اول و آخر' خطبات کے ذریعے سمجھا جائے اور یہ کہنا تو سراسر زیادتی یا نادانی ہے کہ "اقبال' ان خطبات کو حاصل زندگی سمجھتے تھے" (ص ۴۴)۔ اقبال نے تو "جاوید نامہ" کو اپنا Life Work بتایا تھا (مکتوب بنام محمد جمیل' 'Letters of Iqbal' مرتبہ: بشیر احمد ڈار' ص ۱۱۹)۔

جناب مشیر الحق کو شکوہ ہے کہ ہمارے علما نے خطبات اقبال پر توجہ نہیں دی' اگرچہ مولانا ابو الحسن علی ندوی نے ان پر ایک کتاب لکھی' مگر علی میاں' سید سلیمان ندوی جملہ علماے کرام--- اور اقبال کے درمیان' خطبات کے حوالے سے ایک مغائرت موجود تھی--- ہمارے خیال میں علامہ اقبال اور علماے کرام دونوں' اسلام کے بارے میں ایک دوسرے کے اخلاص کے قائل تھے۔ علامہ اقبال' اسلام کی نشوونما کے لیے اجتہاد کو ضرورت سمجھتے تھے اور علما نے بھی اجتہاد کی اہمیت سے کبھی انکار نہیں کیا۔ اقبال نے خطبات میں اپنی بعض آرا غور و فکر کے لیے پیش کی ہیں مگر ساتھ ہی کہہ دیا ہے کہ کوئی چیز حرفِ آخر نہیں ہوتی۔ اب اگر علما' خطبات کے بارے میں کچھ تحفظات رکھتے ہیں اور انھیں اقبال کا "حاصل زندگی" نہیں سمجھتے تو اسے فروعی اختلاف سمجھنا چاہیے' نہ کہ بنیادی مغائرت۔

پروفیسر مشیر الحق کا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ اقبال کے نزدیک اجتہاد' حقیقتاً اسلام کی حرکی روح کو جاری رکھنے کا ایک ذریعہ ہے' خود اپنی جگہ مقصد نہیں ہے--- لیکن اقبال کا منشا' انھیں جن پاکستانی علما اور دانش وروں کے اجتہادی رویوں میں نظر آیا (یا مشیر الحق صاحب نے اجتہادی رویّوں کے انطباق کے لیے جنھیں چنا) وہ ہیں: مولانا جعفر شاہ پھلواروی' عمر احمد تھانوی اور عباد اللہ اختر--- کیا دیانت داری سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ تین اصحاب پاکستانی مذہبی فکر کے نمایندے ہیں؟ (۳۱ علما' کسی شمار و قطار میں نہیں آتے)۔

پروفیسر مشیر الحق نے ایک جگہ ادارہ دارالاسلام جمال پور' نزد پٹھان کوٹ کا بھی ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں: "اقبال کا دارالاسلام' مولانا مودودی کے دارالاسلام سے بہت مختلف تھا۔ اقبال فرد کی تربیت کرنا چاہتے تھے۔ دونوں کا ذہن مختلف تھا' مطمح نظر الگ تھا اس لیے یقینی ہے کہ اگر اقبال زندہ رہے ہوتے تو دونوں کے اختلافات کھل کر سامنے آ جاتے--- اور جسے دنیا دیکھتی' اس پر پردہ ہی پڑا رہ گیا" (ص ۴۶)۔ قطع نظر اقبال و مودودی کے اختلافات کو دیکھنے کی اس شدید حسرت کے' جو مشیر الحق مرحوم کے آخری دو تین جملوں میں چھپی ہوئی ہے' سوال یہ ہے کہ اگر ذہن اور مطمح نظر کا ایسا ہی شدید اختلاف تھا تو اقبال نے' مولانا کو بلایا ہی کیوں؟ (وہ خود معترف ہیں: "انھوں نے حیدر آباد سے مدیر ترجمان القرآن مولانا ابو الاعلیٰ مودودی کو بلا کر اس

ادارے کی باگ سپرد کر دی"۔)

پروفیسر مشیر الحق نے اقبال کو ایک سیاسی مدبّر یا ایک ماڈرن مسلم مفکر کے طور پر بھی ناکام قرار دیا ہے۔ اول تو وہ یہ تسلیم کرنے میں متامّل ہیں کہ اقبال کے ہاں قیام پاکستان کا کوئی تصور ملتا ہے۔ چوں کہ خطبہ الٰہ آباد اور خاص طور پر قائداعظم کے نام خطوط کی' بجز اس کے' کوئی اور توجیہہ نہیں کی جا سکتی کہ اقبال ہندی مسلمانوں کے تہذیبی اور اسلامی تشخص کی بقا کے لیے شمال مغربی ہندستان میں' مسلم مرکزیت کے قائل تھے' اس لیے مشیر الحق' اسے اقبال کی "بدنصیبی" قرار دیتے ہیں کہ وہ ایک "بڑے اور وسیع علاقے میں اسلام کو نافذ کرنے کی فکر" سے دست بردار ہو کر "ایک مختصر سے علاقے میں بند ہو کر" رہ گئے (ص ۱۴)۔ اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اقبال: "عالمی سطح کی بات تو چھوڑیے' کل ہند سطح پر بھی مسلم معاملات کا کوئی جامع تشفی بخش حل" پیش نہیں کر سکے۔

مختلف مسائل کے بارے میں مشیر الحق کے ذہن اور ان کی پسند و ناپسند کا اندازہ' ان کے انداز و اسلوب' خصوصاً کہیں کہیں ان کے طنزیہ لہجے سے بھی ہوتا ہے' مثلاً: پاکستان کے بارے میں: "اقبال کی آخری عمر کا یہ خواب ان کی وفات کے تھوڑے ہی دنوں بعد پورا ہوا اور دنیا کے نقشے میں ایک نئے ملک کا اضافہ ہوا' "عالم اسلام" کا تھوڑا سا رقبہ اور بڑھا" (ص ۷۳)۔ عالم اسلام اور مسلمانوں کے مسائل و معاملات کے تذکرے میں ان کا (رویہ ہمدردانہ کم ہے اور) طنزیہ لہجہ کھٹکتا ہے' خصوصاً: "اقبال' اپنی شکست کی آواز" میں۔ اس مضمون کا عنوان مرزا غالب کے مصرعے کے حوالے سے' اقبال کی "ناکامی" پر ایک گہرے طنز یا چوٹ کی حیثیت رکھتا ہے۔ تصحیح طلب: مولانا مدنی اور اقبال کے درمیان قومیت کے مسئلے پر تحریری مباحثہ انتقال سے "چند برس پہلے" (ص ۷۳) نہیں' چند ہفتے پہلے ہوا تھا۔ اسی طرح افغانستان ہجرت کرنے والے ظفر حسن ایبک تھے' نہ کہ "ظفر بیگ" (ص ۶۵)۔ بہتر ہے کہ "صلعم" (ص ۳) کو "صلی اللہ علیہ وسلم" لکھا جائے یا صرف "ؐ"۔

مصنف کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ اقبال نے فرد کو اپنا اصل مخاطب بنا کر' فرد کی کردار سازی کو بنیادی اہمیت دی ہے اور انھوں نے انسان کے اندرون کو بدلنے کا جو پیغام دیا تھا' وہ آج بھی ہر ایک کے لیے معنویت رکھتا ہے۔ اس کتاب سے علامہ اقبال اور پاکستان کی بارے میں معاصر بھارتی مسلم دانش وروں کا ذہن سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ (رفیع الدین ہاشمی)

The Quranic Treasures (۱)

Gifts from Muhammad (۲) مرتبہ: خرم مراد' ناشر: اسلامک فاؤنڈیشن' لیسٹر۔ صفحات:

۶۰، ۶۴۔ قیمت: درج نہیں۔

حیات انسانی قطعی عارضی و فانی ہے، مگر اس کا ایک ایک لمحہ کائنات کی سب سے قیمتی متاع کی حیثیت رکھتا ہے۔ خرم مراد مرحوم، بساط بھر، زندگی اور وقت کے "بہترین استعمال" (the best use of) کے لیے کوشاں رہے۔ عمر کے آخری برس، وہ قلب کے معالجے کے لیے برطانیہ میں مقیم تھے، ان کا بیشتر وقت لکھنے پڑھنے میں صرف ہوا۔ مرحوم کی تصنیفی و تالیفی کاوشوں کا کچھ حصہ سامنے آ چکا ہے، مگر متعدد تحریریں ہنوز تشنہ طباعت ہیں۔ ان کی وفات: (۱۹ دسمبر ۱۹۹۶) کے بعد منصۂ شہود پر آنے والے جیبی تقطیع کے دو کتابچے اس وقت ہمارے پیش نظر ہیں۔

پہلا کتابچہ قرآن حکیم کی منتخب آیات کے ترجمے پر مشتمل ہے۔ دو صفحاتی دیباچے میں دل نشین پیرائے میں خیال انگیز گفتگو کی گئی ہے۔ قرآن کیا کہتا ہے؟--- یہ جاننا اس لیے اہم اور ضروری ہے کہ اس نے انسانی تہذیب و تاریخ پر نہایت گہرے اور دور رَس اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس نے بے شمار انسانوں کی فکر و سوچ کو تبدیل کیا اور ان کی زندگیوں کو تاثر و تحرک عطا کیا اور انھیں ایک خاص راستے پر گامزن کیا۔ یہ عمل چودہ سو سال سے جاری ہے۔ پھر یہ کہ جملہ الہامی کتابوں میں، قرآن ہی واحد کتاب ہے جس کے کلام الٰہی ہونے کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے۔ جن لوگوں نے کلام الٰہی کو پیغمبر کی زبان سے سنا، ان کی زندگیاں حیرت انگیز طور پر منقلب ہوئیں۔ یہ ایسا کلام ہے جس نے ایک نئے انسان اور ایک نئے معاشرے کو جنم دیا۔ قرآن کے پیروکار، دنیا کی امامت کے منصب پر فائز ہوئے۔ کیوں کہ قرآن علم و دانش کا مرقع اور روشنی کا منبع ہے--- اور اس طرح کے مدلل نکات، جو قاری کے دل و دماغ کو اپیل کرتے ہیں۔

دوسرے کتابچے میں، منتخب احادیث نبویؐ کے تراجم کو چالیس عنوانات کے تحت مرتب کیا گیا ہے۔ مرحوم نے یہ انتخاب اس دعا کے ساتھ پیش کیا ہے کہ یہ دنیا مقصدیت، سمت سفر، انصاف اور عفو و درگزر سے عاری ہو کر نفرت، بے انصافی اور تشدد کا شکار بن چکی ہے--- خدا کرے نبی کریمؐ کے یہ منتخب اقوال و فرامین اس دنیا کے لیے حرارت و روشنی اور مسرت و امن کا باعث ثابت ہوں۔

دونوں کتابچے، اعلیٰ معیار پر طبع و شائع کیے گئے ہیں۔ (کاش اردو کتابوں کو بھی یہ معیار نصیب ہوتا۔) اور یہ خوب صورت تبلیغی تحفے، انگریزی خواں، خصوصاً غیر مسلم طبقے تک قرآن و حدیث کی تعلیمات پہنچانے کا موثر ذریعہ بن سکتے ہیں۔ (ر۔ ہ)

مسئلہ کشمیر کے امکانی حل، مرتبہ: ارشاد محمود، ناشر: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، مرکز ایف سیون، اسلام آباد۔ صفحات: ۱۴۰۔ قیمت: ۷۰ روپے۔